HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)

Home Page: http://habibiaislamicus.com

Approved by HEC in Y Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY

Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: www.habibia.edu.pk,

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

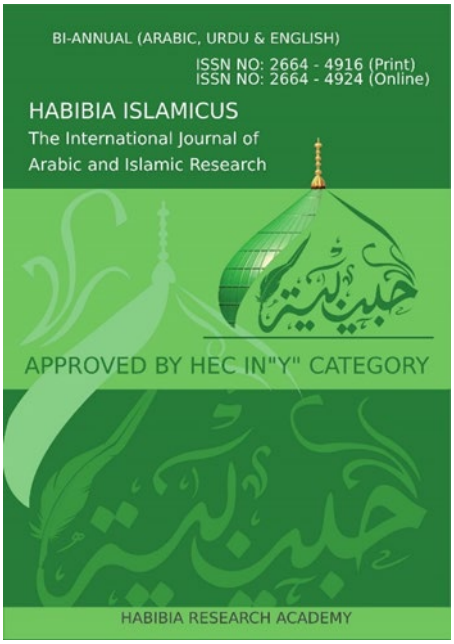

TOPIC:

CULTURE, CIVILIZATION AND HERITAGE – A BRIEF OVERVIEW

تہذیب، تمدن اور ثقافت–ایک مختصر جائزہ

AUTHORS:

1- *Karim Khan, Research scholar, Department of Islamic Studies, Federal Urdu University, Karachi. Email: karimkhanbangash@gmail.com ,Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-4640-2219*

2- *Dr. Muhammad Hassan Imam, Chairman Deptt; of Islamic Studies, FUUAST ,Karachi. Email: dr.hassanimam77@yahoo.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-1116-1793*

How to Cite: *Khan, Karim, and Muhammad Hassan Imam. 2021. "URDU 6 CULTURE, CIVILIZATION AND HERITAGE – A BRIEF OVERVIEW: تہذیب، تمدن اور ثقافت – ایک مختصر جائزہ". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (3):69-82 https://doi.org/10.47720/hi.2021.0503u06.*

URL:http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/228

Vol. 5, No.3 || July –September 2021 || P. 69-82

Published online: 2021-09-14

QR. Code

CULTURE, CIVILIZATION AND HERITAGE – A BRIEF OVERVIEW

تہذیب، تمدن اور ثقافت–ایک مختصر جائزہ

Karim Khan,　Muhammad Hassan Imam,

ABSTRACT:

Change and development started with the creation of universe and human being. The society got developed and advanced, depended on the experiences of man in the past, environmental situation, relations with all other species around him etc. The culture and civilization also developed with the passage of time. The man could not decide with justice even with his full understanding of the of problems and situation. On the eve of unsuccessful approach of human being towards such problems and their solutions / decisions, Almighty Allah guided the human being through His messengers. The purpose of their (Prophets-pbut) being was to make favourable and justful approach to the problems faced by the man as an individual as well as in society. The culture and civilization is infact the progressive shape of man made cultures having all the past experiences of social life confronted by him in the past. Islamic civilization considers all the elements essential to effectuate the living of humanbeing. The concept of life, the purpose of life, the beliefs & thoughts, the involvement of man, the collective structure of the society etc are the basic elements of Islamic culture & civilization. Cultures & Civilizations are formulated on three major factors, i.e. Geographical, Biological and Ideological factors. Culture and Civilization also require moral groundings on which the rites and rituals are formulated and performed by all the members of the society. The purpose of Islamic civilization is 'Peace' and 'Tranquility' for the humans in this world and in the Hereafter. Therefore, the characteristics of Islamic culture & civilization are; the oneness of God, brotherhood, justice & goodwell, respect, cleanliness, moral character and freedom. Islamic culture and civilization guarranttee success for the human being in this material world and in the life after death.

KEYWORDS: *Culture, Civilization, Heritage*

اسلامی تہذیب، ثقافت اور تمدن کے معنیٰ ومفہوم کے اختصاصات کا احاطہ کرنے سے بیشتر ان تینوں کے اصطلاحات کے مفہوم سے آگہی بہت ضروری ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے مترادف **کلچر Culture** اور **Civilization** کی اصطلاحات مستعمل ہے۔ اس کے معنی ومفہوم کے ضمن میں Webster رقمطراز ہے:

1. Cultivation;tillage
2. Act of developing by education, discipline, training etc.
3. The enlightenment and refinement if taste acquired by intellectual and aesthetic training.ے[1]

بمعنیٰ کاشت، تعلیم، نظم وضبط اور تربیت کے ذریعے نشو نما کا عمل ذہنی اور جمالیاتی تربیت کے ذریعے حاصل کردہ عمدگی اور روشن خیالی۔ اس لغوی مفہوم کے تناظر میں کلچر Culture کو اصطلاحاً سب سے پہلے ایڈرڈ ٹائلر (Edward Tylor) نے قدیم معاشروں کے مطالعہ کے دوران ۱۸۷۱ء میں استعمال کیا۔ ایڈورڈ ٹائلر (Edward Tylor کے مطابق:

''Culture is that complex whole which includes knowledge, beliefs, arts, morals, laws, customs and any other capabilities and habits acquired by man as a member of the society''.ے[2]

کینڈل کے خیال کے مطابق کسی انسانی گروپ یا معاشرہ میں علم، زبان، اقدار، رسومات اور مادی اشیاء جو ایک شخص سے دوسرے شخص اور ایک نسل سے اگلی نسل کو منتقل ہوں، کو کلچر پر محمول کیا جاتا ہے۔[3] Vander Zanden کلچر اور سوسائٹی کو باہم مربوط قرار دیتے ہوئے کہتا ہے، کہ کلچر لوگوں کے بغیر وجود پذیر نہیں رہ سکتا، جو اس پر عمل پیرا ہوں۔ ایک انسانی معاشرہ کو کلچر کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ اپنے ارکان کو عمومی رہنما اصول دے سکے، کہ ان کو کیا کہنا اور کرنا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے کلچر انفرادی زندگیوں کو ایک وسیع کل میں جوڑتا اور متحد کر دیتا ہے۔ یکساں تناظر میں شراکت کرتے ہوئے ہی لوگ اپنے اعمال کی مناسبت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ حقیقی زندگی میں معاشرہ اور کلچر ایک دوسرے کے بغیر وجود پذیر نہیں رہ سکتے۔ جیسا کہ وہ رقمطراز ہے:

Society and culture are intertwinged. Culture could not exist without people to enact it. And a human society requires Culture to supply its members with a set of common guidelines telling them what to say and do. In so doing, culture binds separate lives into a large whole. Only by sharing similar perspectives people can fit their actions together. So in real life, neither society nor culture could exist without the other.

مذکورہ بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلچر اقوام کی زندگی میں اس کلیدی مقام کا حامل ہوتا ہے، جو اجتماعی عمرانی ہیئت کے امتیازات کو معین کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ یہ وہ اجتماعی افکار و نظریات ہوتے ہیں، جو اقوام زندگی میں نصب العین کا درجہ پاتے ہیں اور اجتماعی تشخص کی تشکیل میں لائحہ عمل کے طور پر متعارف ہوتے ہیں۔ کلچر کے مغربی تصور کا جائزہ لینے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مترادف اصطلاحات تہذیب و ثقافت اور اسلامی امتیازات کا مختصر احاطہ بھی کیا جائے۔

تہذیب(CULTURE): تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کا مادہ ہ، ذ، ب ہے، جس کا معنیٰ ہیں صاف کرنا، درست کرنا، پودوں اور درختوں کی شاخیں تراشنا، اصلاح کرنا۔[4] چنانچہ اہل عرب جب کہتے ہیں کہ ھذب الشعر۔ تو ان کی مراد ہوتی ہے، شعر کی اصلاح کرنا۔ اسی طرح ھذب الرجل سے مراد ہوتی ہے، پاکیزہ اخلاق والا بنانا۔[5] اسی طرح الجوہری نے تہذیب کی مفہوم کی وضاحت یوں بیان کی ہے: ھذب، التھذیب، کالتنقیة و رجل مھذب ای مطھر الاخلاق، والاھذاب والتھذی۔[6] مذکورہ عبارت سے یہ معنیٰ واضح ہوتا کہ تہذیب کا مفہوم صاف ستھرا کرنا اور مہذب شخص سے مراد پاکیزہ اخلاق والا اور اسی سے الاھذاب اور تہذیب ماخوذ ہے۔

ابن منظور افریقی نے تہذیب کے مفہوم کو جس پیرائے میں بیان کیا ہے وہ ہے: ھذب الشئ یھذبہ ھذبہ نقاھواخلصہ وقیل اصلحہ۔ یعنی اس سے مراد نقاہت خالص کر دینا، اور اصلاح احوال ہے۔ اسی اس طرح المھذب من الرجال المخلص النقی من العیوب ورجل مھذب ای مطھر الاخلاق۔ یعنی ایسا شخص جو عیوب سے پاک ہو اور رجل مھذب ای مطھر الاخلاق[7] سے مراد پاکیزہ اخلاق کا حامل شخص ہے۔

ابن فارس ھذب کے مادہ کے تحت رقمطراز ہیں: ھذب: کلمة تدل علی تنقیة شئ مما یعیبہ یقال شئ مھذب منقی مما یعیبہ۔ وہ اس کی اصل الاھذاب قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اس کی سرکش گھوڑے کو سدھانے کے مفہوم پر محمول کیا ہے۔ لہذا وہ کہتے ہیں: یقال مرالفرس یھذب مشی لاھیذبی۔[8] انگریزی میں اس کا مترادف لفظ کلچر (Culture) ہے۔ انگریزی میں لفظ ابتداً میں صرف کاشت کاری

کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سترھویں صدی تک یہ لفظ درختوں کی نشونما اور کاشت کاری استعمال ہوتا رہا۔[9] پھر آہستہ آہستہ اس کے مفہوم میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور انسانی تربیت کے لئے استعمال ہونے لگا بالآخر انیسویں صدی میں اس لفظ نے وہ معنیٰ اختیار کئے جو آج کلچر سے مراد لئے جاتے ہیں۔[10] بیگ بی (Bagby) نے کلچر پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ کلچر (Culture) کا سب سے پہلے استعمال فرانسیسی مصنفین کے پاس ملتا ہے، جن میں والٹیئر کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے ہاں کلچر ذہنی تربیت اور تہذیب کا نام تھا۔ بعد میں اچھے آداب، آرٹ، سائنس اور تعلیم بھی اس کی تعریف کا حصہ بن گئے۔[11] انگریزی میں لفظ کلچر کی تعریف خاصی پیچیدہ ہے جس کا ایک ثبوت یہ ہے، کہ اسی مصنف بیگ بی (bagby) کے بقول اس کی ایک سو ساٹھ سے زائد تعریفیں کی گئی ہیں۔[12]

چنانچہ کلچر کی چند تعریفیں ملاحظہ کیجئے۔ ای بی ٹائلر کہتا ہے: "کلچر ایسا مرکب ہے، جس میں علم، فن، اخلاق، قانون، رسم ورواج اور دوسری قسم کی صلاحیتیں اور عادتوں، جن کا تعلق اکتساب انسان معاشرے کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے کرتا ہے موجود ہیں۔"[13]

رابر بیرسٹڈ اس کی تعریف کو نقل کرکے ایک تعریف یوں بیان کرتا ہے: "کلچر وہ مرکب ہے جو سارے نظام فکر، نظام عمل اور ہر اس چیز پر مشتمل ہے۔ جو معاشرے کا رکن ہونے کی حیثیت سے ہم میں موجود ہے۔"[14]

میتھو آرنلڈ کہتا ہے: "کلچر انسان کو کامل بنانے کی بے لوث سعی ہے۔ کلچر کمال تحصیل ہے۔"[15]

ٹی ایس ایلیٹ (T.S.Eliot) کلچر کی تعریف کرتے ہوئے ابتداء میں کہتا ہے "کلچر آداب کی شائستگی کا نام ہے۔ یعنی مدنیت اورانسانیت۔"[16] آگے چل کر اپنے موقف کی وضاحت اس طرح کرتا ہے: "کلچر سے میری مراد وہ ہے، جسے ماہرین لسانیات بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایک خاص مقام پہ رہنے والے مخصوص افراد کا طرز حیات۔"[17] ماہرین لغت کے ان افکار و نظریات کی روشنی میں تہذیب سے مراد وہ تربیت ہے، جو افراد معاشرہ کو تنقیح کے علم سے گزار کر مطہر الاخلاق بناتی ہے، اور ان میں مثبت رجحانات کو فروغ دیتی ہے۔ تہذیب کی لغوی اور اصطلاحی تعبیر کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مترادف لفظ ثقافت کا مفہوم و معنیٰ بھی واضح کیا جائے، تاکہ ان کے مابین مماثلت اور موافقت کو سمجھا جاسکے۔

ثقافت: تہذیب کا ہم معنیٰ ایک لفظ ثقافت ہے۔ اس کا مادہ ث،ق،ف ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں سیدھا کرنا، مہذب بنانا اور تعلیم دینا۔ ثقف الولد کے معنیٰ ہیں لڑکے کو مہذب بنانا۔[18] اسی طرح ثقافت کا لفظ عربی میں مادہ "ثقف" سے مشتق ہے۔ جو ایسا فعل ہے جسے بوقت ضرورت اصلاح احوال کے لئے روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ الفرہیدی نے مثال سے سمجھایا: والثقف مصدر الثقافة،، وفعله ثقف اذالزم ،وثقف الشئ وهوسرعة تعمله۔[19] گویا ثقافت سے مراد شخصیت کی وہ ضروری کانٹ چھانٹ ہے، جو فرد کو مہذب بنانے کے لئے ناگزیر ہے۔ افراد کی اجتماعی زندگی میں عمل ثقافت اجتماعی تشخص کی تشکیل کے لئے جزولاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے ثقافت کو تعلیم وتربیت کے معانی پر بھی محمول کیا جاتا ہے۔

صاحب المعجم الوسیط اس ضمن میں رقم طراز ہیں: ثقف الانسان ادبه وهذبه وعلمه۔[20] الفراہیدی نے قلب ثقف کی اصطلاح کو جن معنی

پر محمول کیا ہے، وہ سریع التعلم والتفھم ہے۔[21]

ابن فارس لکھتے ہیں: رجل ثقف لقف وذلك ان یصیب علم مایسمعه علی استواء۔[22] الغرض عمل تعلیم وتعلم سے افراد میں تہذیب وثقافت کے عنصر کو فروض دیا جاتا ہے جیسا کہ ثقف کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی فرد کا حاذق اور فطین ہو جانا۔[23]

اسی طرح ثقافت سے مراد صاحب المعجم الوسیط یہ لیتے ہیں: الثقافة العلوم والمعارف والفنون التی یطلب الحدق فیھا ۔[24] تہذیب وثقافت کے لغوی واصطلاحی مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جس میں طرز معاشرت یا طریق زندگی کے تمام نمونے آجاتے ہیں۔[25]

راغب علی بیروتی لکھتے ہیں: الثقافة هل هی اصلاح النفس الصحیح الکامل بحیث یکون صاحبها مرآة الکمال والفضائل، اصلاح الفاسد وتقویم المعوج۔[26] ثقافت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ نفس کی صحیح اور مکمل اصلاح کا نام ہے، اس طرح کہ مہذب شخص کی ذات کمال اور فضائل کا آئینہ ہو یعنی فاسد کی اصلاح اور ٹیڑھے کو سیدھا کرنا۔ ان تعریفوں سے جو بات وضاحت سے سامنے آتی ہے، وہ یہ کہ تہذیب (Culture) کے معنیٰ میں یہ نکات شامل ہیں ۔اصلاح کرنا (To Refine)، عیوب سے پاک کرنا ،(To Cleanse)، بہتر بنانا(ToImprove)، درست کرنا (To Repiar)، تعلیم وتربیت دینا (To educate)،خوش اخلاق بنانا(To polish the Style)۔[27] علی عزّت بیگوچ کا یہ کہنا کہ ثقافت کا موضوع یہ ہے، کہ ہم زندہ کیوں رہتے ہیں؟ تہذیب اس مسلسل ترقی کا نام ہے کہ زندہ کیسے رہتے ہیں۔ ثقافت کا تعلق زندگی کے معنیٰ سے ہے ۔[28] اس سے بھی یہی مفہوم مترشح ہے، کہ زندگی کے کل آداب، عقائد اورافکار اور جمیع نقشہ حیات اوراس کی ضرورتوں سے اس کا تعلق ہے ۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک ثقافت انسان سے تعلق رکھتی ہے، اورانسان معاشرتی ہے طبعاً، اس اعتبار سے ثقافت انفرادی بھی ہوئی اوراجتماعی بھی۔[29] اس تناظر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تہذیب وثقافت انسانی زندگی کے انفرادی اوراجتماعی پہلوؤں کا جامع احاطہ کرتی ہے۔ اورعقائد وافکار کے ساتھ ساتھ ایسی ذہنی وجمالیاتی تربیت کا اہتمام کرتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ کامیاب دنیاوی زندگی بسر کرسکے ،اوراُخروی فوز فلاح کے گوہر مقصود کو حاصل کرسکے۔ حضور پرنور ﷺ نے دین حق کی جو تعلیمات متعارف کروائیں، ان کی نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ وہ عقل انسانی کی تراش کردہ نہیں تھیں۔ عقل نے ان کی تخلیق نہیں کی، بلکہ اُن اُلوہی تعلیمات نے عقل انسانی کو صحیح راستہ دکھایا، اور عقل سلیم کو پروان چڑھایا۔ دین حق نے جن تہذیبی اقدار کو متعارف کرایا، وہ زمانہ اور ماحول کے پیداوار نہ تھیں، بلکہ انہوں نے ایسے ماحول کی تشکیل کی اور حالات میں ایسی تبدیلی پیدا کی، جنہوں نے حیات انسانی میں جزوی اور کلی ہر لحاظ سے فوز فلاح کا حصول ممکن بنادیا۔ پیکر محسوس کی خوگر ذہنیت کو ایمان بالغیب کی اہمیت سے اس طرح متعارف کروایا، کہ تمام مفاسد سے نجات حاصل ہوئی۔ نغمہ توحید،الست بربکم، نے نفوس انسانی کو فرحاں وشاداں کردیا، اورروحانی تشنگی کی سیرابی کا سامان میسر آیا، شرف انسانیت کے داغدار آئینہ کو مصفیٰ اور صیقل کردیا گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اُلوھی تعلیمات کی روشنی میں جن تہذیبی اقدار کو پروان چڑھایا، اس کے زیر اثر رضاالٰہی کا حصول زندگی کا مقصود اور نصب العین

قرار پایا۔مادیت پرستی کی اسیری سے نکل کر نفوس انسانی نے وحدہ لاشریک ہستی کے احکامات کے اتباع میں کامیاب زندگی کی ضمانت حاصل کی ۔ عہد جاہلیت کی عرب تہذیبی اقدار جہاں جہاں خرابیوں کا شکار ہو چکیں تھیں ، حضور پر نور ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی ،اوراچھی اقدار کو نگاہِ تحسین سے دیکھا۔عقائد وعبادات کے اصلاحی ضابطے متعارف کرائے گئے کفر وشرک اورالحاد ومادیت پرستی کے منفی نتائج سے انسانی معاشرے کو بچایا۔اورانہیں اللہ کی حقیقی بندگی کے رنگ میں اصطباغ دے دیا گیا۔ان اخلاقی فضائل کو تحریک وتشویق دی ، جنہوں نے صالح زندگی کے نقشے کو مزید خوبصورت بنادیا۔تمام رذائل اخلاق سے اجتناب کا جذبہ متحرک کیا۔

مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں:"اسلام ایک ازلی اورابدی نصب العین ہے۔جس کی روح عدل ہے۔یہ عدل جب اپنے نفس کے مقابلے میں ہوتا ہے توانسان اپنی کسی خواہش یاجذبہ کو اس جائز حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا۔اوراپنے پیشے یاکام کے انتخاب میں معاشی اغراض یامادی حوصلوں کو نہیں ،بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں کو مد نظر رکھتاہے ۔اورجب یہ عدل معاشرہ میں ظاہر ہوتاہے، تو معاشی انصاف ،معاشرتی مساوات،اولاد اوروالدین کے حقوق کی نگہداشت،عفت وپاکدامنی کی زندگی اور ہر قسم کے اسراف بے جااور ناجائز تعیشات سے احتراز کی صورت اختیار کرتا ہے"۔[30] دین اسلام قابل عمل اور بے مثال تعلیمات کا حامل ہے، جس نے انسان کے سامنے اس کے مقصد حیات کو کھول کربیان کردیا۔"اسلام عقل انسانی کا تراشا ہوا مذہب نہیں ہے، بلکہ وہ عقل سے بالاتر ہے۔یعنی عقل اس کی تخلیق نہیں کرتی، بلکہ وہ خود عقل سلیم پیدا کرتا ہے،اوراس کو صحیح راستہ دکھاتا ہے۔وہ زمانے وماحول کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ وہ خود ایک ایسے ماحول وزمانے کی تخلیق کرتا ہے، جس میں انسان کے کل شعبہ ہائے زندگی صحیح معنوں میں ترقی کرسکیں۔وہ انسانی زندگی کے کل شعبوں کے لئے ایسے ایسے اصول وقوانین مقرر کرتاہے، جن پر عمل کرکے انسان اپنے کل شعبہ ہائے حیات کو ایک دوسرے کے دوش بدوش میدان ترقی میں گامزن کرسکتاہے ،اوران کا باہمی روابط وتناسب ہر حالت میں پورے طور پر باقی رکھ سکتاہے۔یہ اسلام کا ایک اعجاز ہے، کہ جس گتھی کو سلجھانے سے انسانی عقل قطعاًعاجز ہے،اور جس کام سے کل مذاہب عالم عاجز رہے ہیں،اس کو اس نے کردکھایا۔اور یہ اسی لئے ہے کہ وہ خالق عقول کا بھیجا ہوا ہے۔درحقیقت سوا اس کے دنیا میں کوئی مذہب ہی سرے سے موجود نہیں ہے۔مذہب نام ہے زندگی کے مکمل نظام کا اور یہ تعریف اسلام کے سوا کسی مذہب پر صادق نہیں آسکتی۔"[31] دین اسلام کی اصلاحی تحریک نے حیات کے ہر پہلو ہر جز اور کل درستی کے لئے قوانین منضبط کئے۔ڈاکٹر حمید الدین لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اصلاحی کارناموں کا اندازہ پوری طرح اس وقت تک نہیں ہوسکتا،جب تک پہلے یہ معلوم نہ کرلیاجائے کہ آپ ﷺ نے زندگی کی مختلف شعبوں یعنی سیاست،معاشرت،اقتصادی اوراخلاقی اور تمدنی معاملات کی تعمیر کے لئے کیا اصول پیش کئے،اور پھر عملی طور پر عرب نے مخصوص حالات میں ان اصولوں کے مطابق کیا کیا اقدامات کئے۔نیز آنے نسلوں کے لئے ان اصولوں اورآپ ﷺ کے عملی اقدامات میں تعمیر نو کا کیا سامان ہے۔[32]

تمدن:(Civilization) تمدن عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ م،د،ن ہے۔مدن کے معنٰی ہیں قیام کرنا،شہر آباد کرنا،اور تمدن کے معنٰی ہیں شائستہ ومہذب ہونا۔[33] اصطلاح میں تمدن کی تعریف ہے۔"تمدن وہ نظام عمل ہے جو انسان کے نظام فکر (تہذیب) کے تابع

ہوتا ہے" [34] عربی میں اس مفہوم کے لئے 'حضارۃ' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کا مفہوم بھی وہی ہے، جو اردو میں تمدن کا ہے۔ [35]

ایم زیڈ صدیقی نے تہذیب (Culture) اور تمدن (Civlization) میں فرق کی وضاحت نہایت جامع الفاظ میں کی ہے وہ کہتے ہیں:

"ثقافت کی اصطلاح فکری ارتقا پر دلالت کرتی ہے، جبکہ تمدن معاشرتی ترقی کے بلند درجے کو ظاہر کرتا ہے۔ لہٰذا ثقافت ذہنی کیفیت کو بیان کرتی ہے، اور تمدن اس کے مساوی مظہر کی نمائندگی کرتا ہے۔ پہلے کا تعلق فکری عمل سے ہے اور دوسرے کا مادی اکتسابات سے۔ پہلی ایک داخلی کیفیت ہے جب کہ دوسرا خارجی دنیا میں اس کی عملیت کا نام ہے" [36]

القاموس العصری میں دیئے ہوا ن معانی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ "تہذیب" کا انگریزی میں متبادل لفظ کلچر (Culture) اور تمدن کا انگریزی میں مترادف سویلائزیشن (Civilization) ہے۔ اس لئے تہذیب کا اصطلاحی مفہوم وہی ہوگا جو کلچر کا اصطلاحی مفہوم ہے۔ اور تمدن کا اصطلاحی مطلب وہی ہوگا، جو سویلائزیشن کا اصطلاحی مفہوم ہے۔ [37]

دنیا کے تین اہم تمدن اور نظام حیات:

حسی تمدن: دنیا کا ایک قدیم ترین اور انسانوں کا مقبول ترین تمدن وہ ہے، جس کی بنیاد حواس اور ان کے نتائج پر ہوتی ہے۔ انسان کے لئے اس بنیاد سے زیادہ آسان اور عام بنیاد، اس سے زیادہ سہل تجربہ، اس سے زیادہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں آسانی کے ساتھ وقوع میں آجانے والا، اور اس سے زیادہ انسان کی خواہشوں کو تسکین دینے والا کوئی نظام نہیں۔ اس میں گہرائی کے لیے کسی عقلی ترقی اور کسی ایثار و قربانی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے عام انسانوں کے لئے یہ سب سے زیادہ کشش رکھتا ہے۔ اور انسانی تہذیب کی تاریخ میں اس سے زیادہ کسی اور نظام حیات نے بار بار فتح نہیں پائی۔ [38]

حسیات پر جس تمدن کی بنیاد ہوگی اس کی فطری خصوصیات لازماً حسب ذیل ہوں گی:

(۱)　ہر ایسی چیز کا انکار یا اس کی بے وقعتی جو حواس کے تحت میں نہ آسکے۔ اور جس کی تصدیق مجرد حواس ظاہری سے نہ ہوتی ہو۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی بن دیکھی ذات اور طاقت کا یقین پیدا نہین ہوگا، جو حواس سے بالاتر ہے۔ اور جب اس کا یقین ہی پیدا نہ ہو، تو اس کا لحاظ اور خوف یا اس سے امید پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر مشرکانہ اثرات اور اوہام کی وجہ سے (جو حواس پرستی کے دور میں حسیت اور مادیت کے ساتھ ساتھ اکثر کار فرما ہوتے ہیں) متعدد آلٰہہ کا اعتقاد موجود بھی ہوتا ہے تو اس کا ذہن اور دماغ اور عملی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اس سے اس تمدن کی حسیت زندگی کے حسی رجحان اور اخلاق و اعمال کی حسی بنیاد میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوتا۔ جب کسی چیز کے ثبوت کے لئے حواس کی شہادت ضروری قرار پائے تو پھر ایسی چیز کے یقین اور زندگی میں اس کے لحاظ کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے، جس کے وجود کی حواس کسی دوسری زندگی اور اس عالم کے علاوہ کسی اور عالم کے وجود کا مطلق انکار کیا جائے، جو حواس کے علاوہ کسی اودلیل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ یا جس کو ماننے کے لئے محسوسات کے علاوہ کسی اور چیز کا وجود ماننا پڑتا ہے۔ اس زندگی کے علاوہ دوسری زندگی کے وجود کے انکار کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ یہی زندگی منتہائے نظر بن جاتی ہے۔ کسی آئندہ محاسبہ کا ڈر باقی نہیں رہتا۔ طبیعت میں وہ آزادی اور بے

قیدی پیدا ہو جاتی ہے، جس پر عارضی قانونی حدود اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ اور چونکہ زندگی بعد موت کی طرح حواس کی بنا پر موت اور اس زندگی کے خاتمہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ واقعہ ہر طرح حواس کی ناقابل تردید اور متواتر شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے، اور اس کا دن رات مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، اس لئے حیات بعد الموت کے انکار اور موت کے اقرار کا لازمی اور طبعی نتیجہ ہوتا ہے، کہ اس زندگی سے پورے طور پر فائدہ اٹھانے اور اس میں عیش و لطف کرنے کا عقلی و طبعی تقاضا پیدا ہوتا ہے، جو اس طریق استدلال اور اس ترتیب مقدمات کے ساتھ ہر طرح معقول و حق بجانب ہے۔

اس حسی تمدن کے ابتدائی دور میں (اور بعض اوقات ترقی یافتہ دور میں بھی) اخلاق کے بجائے عمل کے محرک، اغراض، مصالح اور ذاتی منافع ہوتے ہیں۔ اجتماعی زندگی کی وجہ سے جب حسی تمدن میں ترقی ہوتی ہے، تو اخلاق کا لفظ بھی اس کی زبان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد لذّتی فلسفہ پر ہوتی ہے۔ یعنی اخلاق کا معیار یہ ہے کہ ان سے انسان کو لذّت یا حظ نفس حاصل ہو، پھر جب کچھ اور ترقی ہوتی ہے، تو لذت کے بجائے ان کی بنیاد افادیت بن جاتی ہے۔ یعنی اخلاق کا معیار یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ افراد کو فائدہ پہنچے (لیکن اس فائدہ کا معیار مقرر کرنے میں بھی عموماً حسی نقطۂ نظر اور لذتی ذہنیت کام کرتی ہے)۔

(۲)　اس مادہ پرستانہ اور حسی تمدن کی دوسری فطری خصوصیت (جو درحقیقت پہلی خصوصیت ہی کا ضمیمہ ہے) یہ ہے، کہ محسوسات بھی قرض کے مقابلے میں نقد آجائے۔ (بہ دیر) کے مقابلہ میں عاجل (جلد) کو ترجیح دی جاتی ہے، اس لئے کہ وہ حواس سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اور اس میں عقلیت اور قوّت فکریہ کے استعمال کی ضرورت نسبتاً کم ہوتی ہے۔ اس لئے اس تمدن یا اس آئین زندگی کے تمام مظاہر واشکال میں ایک خاص قسم کی سطحیت و ظاہریت اور پورے نظام زندگی میں نفع اندوز ذہنیت اور خود غرضی اور انفرادیت کام کرتی ہے۔ اس مادہ پرستانہ ذہنیت اور سیرت کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے، کہ اصول واخلاق اور عقائد پر منافع اور مصالح کو ترجیح دیا جاتی ہے۔ بڑے بڑے اصولوں کو اہم سے اہم عقیدہ اور بہتر سے بہتر اخلاقی تعلیم کو حقیر سے حقیر فائدہ اور ادنیٰ تر مصلحت پر ہر وقت قربان کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس ذہنیت اور سیرت کے لوگ (خواہ وہ کسی مذہبی جماعت میں پائے جائیں، اور بہت سی مذہبی فرائض وشعائر کے پابند ہوں) ہر قسم کے نظام کے ساتھ تعاون کرلینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ان میں چلتی ہوئی مشنری میں فٹ ہو جانے کی عجیب وغریب صلاحیت ہوتی ہے، اور ہر سانچہ میں ڈھل جانے کی ایسی قابلیت ہوتی ہے، جو شاید موم میں بھی نہ ہو۔ وہ ہر نظام کا کل پرزہ بن سکتے ہیں۔ ہر جھنڈے کے نیچے لڑ سکتے ہیں، اور ہر مقصد کے لئے جان دے سکتے ہیں، اور لے سکتے ہیں، بشرطیکہ اس میں ان کا کچھ بھی ذاتی نفع ہو، خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کم ہو، اور خواہ وہ محض موہوم اور بالکل مشتبہ ہو۔ یہ فلسفہ کسی ذاتی فلسفہ کی حدود سے نکل کر قومی فلسفہ کا رنگ اختیار کرلیتا ہے، اور دونوں حالتوں میں اپنے لیے اور قوم کے لئے اس کی دعوت یہی ہوتی ہے، کہ چلو تم ادھر کو ہوا جدھر کی۔

(۳)　اس حسی تمدن اور نظام میں چونکہ علم کے ماٰخذ صرف حواس ہوتے ہیں، اور حواس، جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے، انسان کے متعلق اس سے زیادہ اور کوئی شہادت نہیں دیتے، کہ وہ صرف ایک بولنے والا جانور (حیوان ناطق) ہے۔ اس لیے اس کے سلسلۂ تاریخ کے گم شدہ

حلقے دریافت کرنے کے لئے اوراس کی زندگی کے احکام وضوابط معلوم کرنے کے لئے حیوان ہی کی طرف رجوع کرنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے، اورانسان کی زندگی کا ایسانظام تجویز کیا جاتا ہے جو اپنی روح اور مقاصد میں خالص حیوانی زندگی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔ یہ تمدن دنیامیں سب سے زیادہ پھلا پھولا۔اس نے اپنی صنعتوں سے زمین کو گلزار اور دلچسپیوں سے زندگی کو باغ بہار بنادیا۔پہاڑوں کے جگر سے پانی کی نہریں بہائیں، اور پتھر کے سینہ پر پھول کھلائے۔شاندار یادگار قائم کیں، پر شکوہ عمارتیں تعمیر کیں اورانسانی صنعت اورذکاوت کے ایسے نادر نمونے دنیامیں پیش کئے کہ اس پر حکیمانہ اور عقلی تمدن ہونے کا دھوکہ ہونے لگا۔لیکن درحقیقت اس نے عقل کو اپنے حسی اورمادی فوائد کے لئے مسخر کیا تھا۔[39]

عقلی تمدن: عقلی تمدن کی طویل تاریخ میں ہمیں کسی ایسے تمدن کا علم نہیں، جس کو خالص عقلی تمدن کہنا صحیح ہو، اور جس میں کوئی چیز اس وقت تک اختیار نہ کی جاتی ہو، جب تک عقل کی کسوٹی پر کس کر دیکھ نہ لی جائے، اور عقل اس کے جواز یا استحسان کا فیصلہ نہ کردے۔ ایسا تمدن اگر وجود میں آبھی جائے تو لوگوں کی زندگی دشوار ہو جائے، اور خود اس تمدن کا دور دو دن سے زیادہ مشکل ہو گا۔بقول ایک مغربی ادیب کے انسان، اپنی زندگی اور اپنے افعال میں، بہ نسبت عاقل کے غیر عاقل زیادہ ہے۔تمدن کے متعلق بھی یہ کہنا صحیح ہو گا۔ نظریات وافکار، عقائد وخیالات، رسوم، عادات اصول معاشرت، اخلاق وتہذیب کسی کے متعلق یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے، کہ ان کی بنیاد عقل خالص پر ہے، اور عقل ان کے ردّ وقبول کا معیار کامل ہے۔ان میں سے اکثر چیز عقل سے مشورہ لئے بغیر وجود میں آجاتی ہیں پھر عقل کا فیصلہ ان کے حق میں غیر مسموع ہوتا ہے، یا عقل خود ان کو سند جواز دے دیتی ہے، اوران کی طرف سے وکیل بن جاتی ہے۔یونان کے پیشہ، عصمت فروشی اور خلاف فطرت جرائم کی یونانی عقل نے کیا کیا صفائیاں پیش نہیں کیں، اور کیسے کیسے نکتے نہیں نکالے؟ سپارٹا کی تصریحات کے لئے جس سے بڑھ کر خون آشامی اور شقاوت کے فعل نہیں ہو سکتا۔ رومی عقل نے کیا کیا تاویلیں نہیں کیں اوراس کی معصومیت پر کیسے کیسے دلائل قائم نہیں کیں؟ جاہلیت عرب کی رسم دختر کشی اور ہندوستان کی ستّی کی رسم کے متعلق اس وقت کے عُقلا کیا کیا فلسفے بیان نہیں کرتے ہوں گے۔ لیکن اس سے حقائق اشیاء تبدیل تو نہیں ہو جاتے، اور وہ تمدن عقلی تو نہیں کہلایا جاسکتا۔[40] تمدن واجتماع تو بعد کی چیزیں ہیں، ان کے خمیر میں تو عقل کے علاوہ اور بہت سی چیزیں داخل ہیں۔حکمت وفلسفہ بھی ان عناصر سے پاک نہیں۔یونان کے فلسفہ میں، جو عقل انسانی کا جوہر سمجھا جاتا ہے، یونانیوں کے علم الاصنام (Mythology) اور یونانی توہمات اورافسانوی اعتقادات کا کتنا بڑا حصہ ہے۔افلاطون وارسطو ہی اپنی ''مسلّم ''حریت فکر کے باوجود اپنے ماحول کے اثرات اور مسلمات سے آزاد نہ ہو سکے۔دنیا کے جن تمدنوں کو پہلی اور سطحی نظر میں عقلی تمدن سمجھا جاتا ہے، گہری اور تنقیدی نظر کے بعد وہ خالص حسی اورمادی تمدن ثابت ہوتے ہیں۔ان میں سب سے زیادہ فریب کا دور موجودہ تمدن کا ہے، جو یورپ کے ساحرانہ پروپیگنڈے سے انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ عقلی اور علمی تمدن تسلیم کیا جاتا ہے۔حالانکہ فلسفہ جدید کا ہر طالب علم جانتا ہے، کہ اس کی تاریخ ہی عقلیت کے خلاف، حسیت اور تجربات کی بغاوت سے شروع ہوتی ہے۔اوراس کا انجام عقل پر مادہ، روح پر حواس اوراعتقاد پر تجربہ کے انتہائی غلبہ اور فتح مندی کی صورت میں ظاہر ہوا

۔ستر ہویں صدی عیسویں سے یورپ کے فلاسفہ و حکماء، اجتماعیین واخلاقیین نے عقل کے خلاف جنگ عظیم شروع کی۔ انہوں نے نقارہ کی چوٹ پر کہا کہ حقائق میں سے جو تجربہ میں نہ آسکے، موجودات میں سے جو چیز ناپی تولی اور گنی نہ جاسکے، اخلاق میں سے جس چیز کا فائدہ ظاہر نہ ہو، وہ قابل تسلیم نہیں ہے۔ انہوں نے بالاعلان اس کی دعوت دی کہ کائنات پر غور آزادانہ طریقہ پر ہو۔ جس کی بنیاد کسی مابعد الطبیعی نظریہ یا کسی مافوق البشر ہستی کے وجود پر نہ ہو۔ انہوں نے مادہ حرکت کے علاوہ کسی اور طاقت کے وجود تسلیم کرنے سے انکار کیا، اور صاف صاف کہہ دیا کہ اس عالم میں کوئی نفسی یا روحی یا عقلی قوت کام نہیں کر رہی۔ کائنات کی میکانکی توجیہہ مدلل اور علمی طریقہ قرار پایا۔ اور اس کے علاوہ ہر توجیہہ، ہر طریق فکر، ہر طرز استدلال غیر معقول اور غیر علمی ٹھہرا۔ رفتہ رفتہ یہ طبیعت، یہ میکانکی ذہنیت اور یہ تجربیت وافادیت ساری زندگی پر چھا گئی۔[41] اسی طرح فطرت سے مراد فطرت حیوانی ہوتی ہے، جو ہر قسم کے لطیف احساسات، اخلاق ضمیر اور قلب سلیم اور عقل سلیم دونوں سے آزاد ہوتی ہے۔ جو ہر قسم کی پابندیوں اور حدود سے گھبراتی ہے۔ جس کا تقاضا صرف یہ ہے، کہ انسان کھائے پیئے اور آزاد رہے۔ چنانچہ جن چیزوں کے مقابلے میں اور جن مواقع پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، ان سے صاف تعین ہوتی ہے کہ اس سے فطرت بہیمی کے علاوہ اور کچھ مراد نہیں۔ حسی تمدن اور علم میں انسان کے ایک ترقی یافتہ حیوان ہونے کا اجمالی اور سرسری تخیل ہوتا ہے۔ یورپ کے تحقیقی اور علمی دور میں وہ ایک مفصل و مدلل علمی (سائنٹفک) حقیقت بن گیا۔ اور یہ نظریہ ساری زندگی کے جسم میں روح کی طرح سرایت کر گیا۔ انسانی سعادت اسی میں سمجھی جانے لگی کہ وہ اپنی اصل اور فطرت سے قریب سے قریب تر ہو۔ یہی مادی اور خود غرضانہ ذہنیت زندگی کے تمام شعبوں میں جلوہ گر ہوئی۔ معاشیات میں اس نے سرمایہ داری کی شکل اختیار کی۔ سیاست میں اس نے ملک گیری اور اقتدار کا رنگ اختیار کیا۔ نظریات وافکار میں بھی دو مقابل پہلوؤں سے مغرب نے اسی پہلو کو اختیار کیا، جو زیادہ حسی اور مادی تھا۔ مثلاً مذہب یا وحدت خیال کی بنا پر جو بین الاقوامی اتحاد ممکن ہے، اس کے مقابلہ میں ایک قومیت یا ایک نسل یا ایک وطنیت کی بنا پر اتحاد زیادہ حسی اور مادی ہے، اور حواس کے لئے اس میں زیادہ کشش ہے۔ چنانچہ یورپ کا انتخاب بین الاقوامیت اور انسانیت کے مقابلہ میں قومیت اور تمام روئے زمین کو اپنا وطن سمجھنے کے بجائے محدود جغرافیائی وطنیت تھا مغرب میں دین کا اثر جتنا کمزور ہوتا گیا، اور حسیت اور مادیت کا جتنا غلبہ ہوتا گیا، قومیت اور وطنیت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا گیا گویا یہ دونوں ترازوں کے دو پلڑوں کی طرح ہیں، کہ ایک جتنا جھکتا ہے دوسرا اتنا ہی اونچا ہو جاتا ہے۔[42]

اشراقی تمدن: اشراق حواس پرستی اور مادیت کا بالکل ضد ہے۔ حواس پرستی میں جس طرح روح اور اس کے متعلقات کا انکار ہے یا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے، اشراق میں جسم اور مادیت کے خلاف جنگ کی جاتی ہے۔ اس کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ انسان کا جسم ایک قفس ہے، جس میں طائر روح مقید ہے۔ وہ قفس اس کی ہر قسم کی ترقی اور پرواز سے خارج ہے۔ روح اپنے مرکز اصلی اور سرچشمہ حقیقت سے اس وقت تک اتصال پیدا نہیں کر سکتی، جب تک کہ اس قفس سے آزاد نہ ہو۔ اس لئے یا تو اس قفس کو توڑ دیا جائے، یا اس کی تیلیوں کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ طائر روح جب چاہے، آزادانہ اپنے آشیانہ کی طرف پرواز کرے۔ اشراقیت جدید کا دوسرا امام پارفری کہتا ہے کہ فلسفہ کی

غایت موت کا حصول و قرب ہے۔ اس لئے کہ اس سے جسم وروح کا انفصال حاصل ہوتا ہے، جو زندگی کا اصلی مقصود ہے۔ اس اشراقی فلسفہ اور تعلیم کا اثر جن جن مذاہب اور اخلاقیات پر پڑا، ان میں جسم کی تعذیب، مادیت کا ازالہ، محض خواہشات انسانی کا استیصال کلی، جذبات کشی اور تجرّد ورہبانیت ان کے اصول و فرائض میں شامل ہو گئے۔ اور اصولی طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا کہ جسمانیت وروحانیت دو اضداد ہیں، جن کا اجتماع محال ہے۔ اور انسان کی سعادت اس میں ہے، کہ وہ روح کے مقابلے میں جسم کو بالکل مغلوب اور نظر انداز کر دے۔ اس فلسفہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جسم اور اس کے متعلقات سے نہ صرف غفلت برتی جاتی ہے، بلکہ اس کے خلاف ایسا معاندانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو کسی راہ کو ایسے پتھر کے مقابلہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اس نے بار بار ٹھوکر کھائی ہو، یا ایک مہجور آشیانہ طائر کے دل میں اپنے قفس کے خلاف پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کے دارالعذاب زندگی کو ایک بار گراں اور دنیاوی تعلقات کو طوق وسلاسل سمجھا جانے لگتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تصورات تمدن کی بنیادوں پر تیشہ کا کام دیتے ہیں۔ اور ان سے کسی تمدن کی تخریب کا تو بخوبی کام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن کسی تمدن کی تعمیر کا کام قطعاً نہیں لیا جاسکتا۔ حسیت وروحانیت خالصہ دو انتہائی سروں پر ہیں۔ لیکن ان دونوں میں یہ ایک بڑا فرق ہے، کہ حسیت دنیا میں اپنے اصول پر تمدن قائم کرنے میں آسانی سے کامیاب ہو جاتی ہے، لیکن روحانیت خالصہ کے فلسفہ پر کسی محدود رقبہ زمین میں بھی کوئی تمدن زندگی ظہور میں نہیں آسکتی۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ فلسفہ اشراق کے قبول کرنے والوں نے خارجی زندگی میں اشراقی اور روحانی اصول سے بالکل ہٹ کر مادی اور حسی اصول پر اپنی زندگی گزاری۔ ان کو اپنی زندگی میں روحانیت اور مادیت کے درمیان پیوند لگانا پڑا، وہ اپنی عبادت گاہوں میں اشراقی اور روحانی تھے، لیکن بساط سیاست پر خالص مادی اور حسی تھے۔ اشوک جو ایک عقیدت مند اور پرجوش بدھ تھا، اور ساتھ ایک زبردست فرماں روا اور کامیاب فاتح تھا جو اس طرز عمل کا ایک نمونہ ہے۔ قسطنطین نے جن مسیحیت کو (جو اپنے علمبرداروں کے ہاتھوں مسخ ہو کر ایک خالص روحانی اور اشراقی تعلیم بن چکی تھی) قبول کی، تو اس نے بھی قبول یہی "دو عملی" اختیار کی اور مسیحیت کی روحانیت کے ساتھ بت پرست روم کی مادیت اور جاہلیت کو جمع کیا۔[43] مگر ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا، بلکہ جب کسی خالص روحانی تعلیم کو تمدن پر اثر انداز ہونے کا موقع مل جاتا ہے، تو تمدن کو بر ابر زوال ہوتا جاتا ہے، اور قوم و تہذیب پر رفتہ رفتہ عالم نزاع طاری ہو جاتا ہے۔ اس وقت یا تو وہ قوم اور تہذیب صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے، یا اگر اس قوم میں مدافعت کی کچھ طاقت ہوتی ہے، تو اس روحانیت خالصہ کے خلاف ایک زبردست رد عمل ہوتا ہے۔ جو بالعموم مادیت محضہ سے کم پر قناعت نہیں کرتا، اور روحانیت کی کسی شکل کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت یا رواداری روا نہیں رکھتا۔ یہ آخر الذکر صورت یورپ میں پیش آئی۔ جہاں اولاً اشراقیت کے اثر و ثانیاً مذہب عیسوی کے نمائندوں اور علمبرداروں کی کج فہمی اور حقیقت مذہب سے نا آشنائی اور مسخ و تحریف سے کچھ دنوں کے بعد مسیحی مذہب اشراقیت سے بھی زیادہ راہبانہ اور غیر فطری نظام بن گیا ۔ ازدواج کو معصیت کبیرہ، طبقۂ اناث کے وجود کو دنیا کے لئے لعنت اور اس سے تعلق کو دینی ترقی میں سب سے بڑا مانع سمجھنے کا اعتقاد اصول

اور علماء بچوں کو ماؤں کی گود سے نکال کر صحرا میں پہنچانے اور لڑکوں کو اغوا کر کے راہب بنانے کا کام فخریہ انجام دیتے تھے۔ جسم کشی ،خود آزادی اور خلاف فطرت ریاضتوں کے جو لرزہ خیز واقعات، اور راہبوں کے وحشی درندوں کے غاروں، خشک کنوؤں اور قبرستانوں میں رہنے، ستر پوشی کا کام جسم کے بڑے بڑے بالوں سے لینے، چوپایوں کی طرح ہاتھ پیر کے بل چلنے، انسانی خوراک کے بجائے گھاس کھانے، سال بھر ایک پاؤں سے کھڑے رہنے کی جو روایات لیکی نے تاریخ اخلاق یورپ میں نقل کی ہیں، ان سے ان بے اعتدالیوں کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے، جو مسخ شدہ مسیحیت نے انسانیت و تمدن کے حق میں کیے تھیں۔[44]

حوالہ جات:

1ے Tylor Edward New Collegiathe dictionary p:202

2ے Tylor Edward Burnett Religion in Primitive Culture (New York: Harper & Brothers Publishers First Edition 1958)

3ے Kendall Diana, Sociology in Our Times The Essentials (Belmont CA Wadsworth a division of Thomson Learning 2004) p;43

4ے لوبس معلوف، المنجد، مصر مطبعہ کو ثولیکہ، ص۹۴۵

5ے ابن منظور الافریقی، لسان العرب، بیروت دار صادر، ۱۹۹۷ء، ج۱ص ۷۸۲

6ے اسماعیل بن حماد الجوہری، اصحاح ہذیل مادہ ھذب، بیروت دار الکتب العلمیہ، ج۱ص ۲۱۰

7ے ابن منظور افریقی، لسان العرب، بیروت دارڈ صادر، جلد۱ص ۷۸۲

8ے ابوالحسن احمد بن زکریا، المعجم مفاییس اللغۃ، لبنان داراحیاء التراث العربی ص۱۰۲۹

9ے آکسفورڈ انگلش ڈکشنری، آکسفورڈ۲،۱۹۷۸ص۱۲۴۷

10ے The Training Development and refinement of mind taste and manners The intellectual side of civilization

11ے Philip Bagby/Culture and History/pp73 Longmans Green dnd Co,1958

12ے ایضاً

13ے Robert Bier Stedt/The Social Order pp.127

14ے ایضاً

15ے میتھو آرنلڈ، ثقافت وانتشار (اردو ترجمہ، کراچی مسلم ایجوکیشن کانفرنس، ص ۱۶۱

16ے T. S, Eliot/Notes Towards the Definition of Culture /London,Fother and Fother Ltd 1948,pp,13

17ے ایضاً

18ے لسان العرب۔ج۹ص۲۰

19ے کتاب العین بذیل مادہ ثقف، ص۱۱۷

20ے محمد علی النجار، المعجم الوسیط، ترکی دار دعوۃ ۱۹۸۹ء، جلد ا صفحہ ۹۸

21ے ابو عبد الرحمٰن بن احمد کتاب العین، بیروت داراحیاء التراث، ۲۰۰۱ء، ص۱۱۷

22ے المعجم مقاییس اللغۃ، ص۱۶۹

23ے المعجم الوسیط، جلد ا ص۹۸

24ے ایضاً

25ے عطش درانی، اسلامی فکر و ثقافت، لاہور مکتبہ عالیہ ۱۹۸۰ء، ص۱۷

26ے راغب علی بیروتی، الثقافۃ، بیروت مکتبہ اصلیہ ص۱۹

27ے پروفیسر محمد راشد خان بھٹی، مطالعہ تہذیب اسلامی، لاہور اصباح الادب ص ۱۲

28ے بیگوچ علی عزت، Islamic between East and West مترجم: محمد ایوب منیر اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش، لاہور ادارہ معارف اسلامی ۱۹۹۷، ص ۱۹۵

29ے ناصر نصیر احمد، اسلامی ثقافت، لاہور فیروز سنز، ص۴۷

30. محمد مظہر الدین صدیقی، اسلام کا نظریہ اخلاق، لاہور ادارہ ثقافۃ اسلامیہ ۱۹۵۱ء، ص ۱۱۲
31. محمد اسحاق سندیلوی، اسلام کا نظام سیاسی، یوپی مطبوعہ نامی پریس، ص ۵۶
32. ڈاکٹر حمید اللہ، تاریخ اسلام، لاہور فیروز سنز ۱۹۶۲، ص ۹۰
33. المنجد، ۸۰۷
34. ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، مطالعۂ تہذیب، کراچی ثناء پبلی کیشنز ۱۹۹۳ء، ص ۲۶
35. لسان العرب، ج ۴، ص ۱۹۶
36. ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور الفیصل ۲۰۰۵، ص ۱۱۹
37. الیاس الیاس انطون القاموس العصری، قاہرہ، المطبعۃ العصریہ، ص ۳۳
38. مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مذہب اور تمدن، کراچی مجلس نشریات اسلام ۱۹۸۰ء، ص ۳۸
39. ایضاً، ص ۴۲
40. ایضاً، ص ۵۴
41. ایضاً، ص ۴۷
42. ایضاً، ص ۴۷
43. ایضاً، ص ۶۳
44. ایضاً، ص ۶۴

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)